پروفیسر خالد شبیر احمد

احرار اور مسلم لیگ کا فکری ٹکراؤ

میر ظفر اللہ خان جمالی کے سر پر ہُما کیا بیٹھا کہ ہماہمی کا شکار ہو کر کچھ ہمہما سے گئے ہیں۔ مجلس عمل والوں کو مخا طب کر کے کہتے ہیں کہ ''یا دین کی بات کر و یا سیاست کی'' گویا وزیراعظم کے نقطہ نگاہ کے مطابق دین و سیاست جدا جدا ہیں اور دین کی بات کرنے والا ان کے نزدیک سیاست کی بات نہیں کر سکتا۔ دین و سیاست میں دوئی کا تصور یورپی مفکر میکیا ولی نے پیش کیا تھا۔ جو مسلم لیگ والوں نے پہلے دن سے ہی اپنا رکھا ہے۔ انہوں نے جب ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ کے اندر مسلم لیگ کی داغ بیل ڈالی تھی تو اسی یورپی تصور کو اپنی جماعت کا ''ماٹو'' قرار دیکر انگریزوں کی اطاعت کو اپنا نصب العین بنا یا تھا۔ لہذا وزیراعظم بنتے ہی اگر جمالی صاحب کے جسم اطہر میں میکاولی کی روح سرائیت کر آئی ہے تو یہ کوئی اچھنبے اور حیرانی کی بات نہیں ہے۔ ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کی مصداق جو بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گا۔ یہی بولی بولنے لگ جا ئے گا۔ ایسی ہی بے سرو پا باتیں کرے گا کہ لیگیوں کا تعلق عملی میدان میں علامہ اقبال سے نہیں ہے بلکہ میکاولی سے ہے۔ میکاولی کا یہ فلسفہ بڑی کوشش اور محنت سے درآمد کیا ہے اور اسی تصور سیاست کی آبیاری کرتے انہیں تقریباً ایک صدی گزر چکی ہے۔ زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا لیکن انگریز سے وفاداری کی صفت ان مسلم لیگیوں کے خون میں رچ بس سی گئی ہے اور یہ سب اس خون کا کیا دھرا ہے کہ ایسے مکروہ اور خلاف اسلام خیالات کا اظہار وہ اکثر کرتے رہتے ہیں۔ اب اگر ہم انہیں جواب میں یہ کہیں کہ حضرت، فراڈ اور سیاست ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں تو دین اور سیاست کیوں نہیں تو اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔ وزیراعظم صاحب یہ چاہتے ہیں کہ دین والے صرف دین کی باتیں کریں، مسجدیں آباد کریں، نماز ، روزے کی تلقین کریں، تاکہ مسلم لیگ والے بلا شرکت غیرے بڑے آرام سے ملک پر حکومت کر سکیں۔ وزیراعظم نے اپنی اسی تقریر میں یہ بھی کہا کہ ''تم دین والے کوئی اسلام کے ٹھیکیدار نہیں ہو ہر مسلمان اس کا ٹھیکیدار ہے اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ اور ہمارا بھی اسلام سے ہی تعلق ہے۔'' مجلس عمل والوں کو اسلام کے ٹھیکیداری کے طعنے کا یہاں کیا جواز ہے اس کا علم تو شاید انہی کو ہو گا بظاہر تو یہاں اسکا کوئی جواز نہیں ہے۔ ویسے بھی اسلام اور ٹھیکیداری آپس میں متضاد ہیں، اسلام بے ایما نی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے جبکہ ٹھیکیداری کا بے ایمانی سے گہرا تعلق ہے۔ ٹھیکیداری تو بھنگ، چرس، افیون اور شراب کی بھی ہوتی ہے جبکہ یہ سب کچھ اسلام میں حرام ہے۔ دراصل مسئلہ اسلام کی ٹھیکیداری کا نہیں بلکہ حکومت کی ٹھیکیداری کا ہے۔ مسلم لیگ ق نے جنرل مشرف سے حکومت کرنے کا ٹھیکہ بڑے مہنگے داموں لیا ہے۔ انہیں اس ٹھیکے کے لیے بڑی بھاری قیمت

ادا کرنا پڑی ہے۔اس ٹھیکے کے لیے انہوں نے لیگی روایات کے عین مطابق امریکہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔ یہ کام تو خیر مسلم لیگ کے لیے کوئی اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ پہلے انگریزوں کی اطاعت اور تابعداری ان کا نصب العین تھا۔اب برطانیہ کی جگہ امریکہ کی غلامی پر انہیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔البتہ ''لیگل فریم آرڈر'' کی بیڑیاں پاؤں میں ڈالنا اُن کی بہت بڑی قربانی ہے۔ پھر نیشنل سیکورٹی کونسل (جس کے سیکرٹری جنرل طارق عزیز قادیانی مقرر ہوگئے ہیں) کے سامنے سرِتسلیم خم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پھر اٹھاون بی (58-B) کی ترمیم کی لٹکتی تلوار کے سائے میں حکومت کرنا بھی دل گردے کا کام ہے۔ یہ تمام کام کوئی اتنے آسان نہیں تھے مگر آدمی ارادہ کرلے تو ہر مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ پھر مسلم لیگ والے تو ابتدا سے ہی مشکل کام کرنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ بڑے بہادر اور جفاکش ہیں۔انہوں نے پورے سات روز تک خضر حیات کے خلاف تحریک سول نافرمانی چلائی تھی اور یہ اُسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ خضر حیات کو پنجاب کی وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دینا پڑا اور اس طرح پاکستان بننے کی راہ صاف ہوئی۔ مسلم لیگ کی پوری سیاسی تاریخ میں صرف ایک ہی اکلوتی سول نافرمانی تحریک ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ ہاں البتہ مصیبت کے وقت جماعت چھوڑ کر دوسری جماعت میں چلے جانے سے پوری تاریخ بھری پڑی ہے۔اپنی جماعت کو چھوڑ کر کسی ایسی جماعت میں شامل ہونا' جو اقتدار میں ہو یا پھر جس کا اقتدار میں آنے کا امکان ہو۔ یہ کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے' ایک مشکل کام ہے۔لیکن ہمارے لیگی رہنما یہ مشکل کام بڑی آسانی سے سرانجام دیتے رہے ہیں۔ پاکستان کے اندر جب پہلی حزب اختلاف بنی تو اس میں بھی مسلم لیگی رہنما شامل ہوگئے تھے۔ پھر ڈاکٹر خان صاحب نے جب ''ری پبلکن پارٹی'' تشکیل دی تو ساری مسلم لیگ اس میں شامل ہوگئی تھی۔ یہ تو خیر پرانی باتیں ہیں' انہیں چھوڑیئے! تازہ بات کریں۔نواز شریف کو اس وقت چھوڑنا کتنا مشکل کام تھا۔ جب وہ فوجی حکومت کے زیرعتاب آگئے۔لیکن یہ مشکل کام مسلم لیگیوں نے کتنی شجاعت اور بہادری سے سرانجام دیا۔ق لیگ کے سربراہ شجاعت حسین کا نام گھر والوں نے ایسے ہی نہیں شجاعت رکھ دیا تھا۔اس میدان میں وہ واقعہ ہی شجاع ہیں۔ان کی غیرت اور جماعتی حمیت کو داد دینا پڑتی ہے۔ جب تک نواز شریف اقتدار پہ رہا۔اُس کے یمین و یسار میں ہنہناتے رہے۔لیکن جیسے ہی وہ زیرعتاب آیا' سب جھوڑ چھاڑ کر جنرل مشرف کی ناک کا بال ہوگئے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا بلکہ مشکل کام تھا لیکن لیگی حضرات ایسے مشکل کام بڑی صفائی ،خوبصورتی اور بہادری سے سرانجام دیتے ہیں۔ ویسے بھی ان حضرات کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا گیا ہے جو مٹی عقل مند لوگوں کے لیے سپیشل آرڈر پر تیار کی جاتی ہے اور عقل مند لوگ کہتے ہیں کہ کسی تیرانداز کے تیروں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسکی بغل میں کھڑے ہوجاؤ۔ چنانچہ ''ق'' والوں نے یہی کیا اور ہر طرح کی ابتلاء سے محفوظ ہوگئے لیکن یہ کام بھی کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے۔کوئی شریف ،غیرت مند اور بااصول آدمی ایسا کرکے دکھائے تو جانیں۔اب یہ تمام لیگی نہ صرف محفوظ ہوگئے ہیں بلکہ پالتو حکومت کی

باگ ڈور بھی ان کے ہاتھ میں آ گئی ہے اور ڈور ہاتھ میں آتے ہیں اندازِ گفتگو بھی تبدیل ہو گیا ہے۔ لہٰذا دین والوں کو وزیر اعظم کے اس بیان پر پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنا کام کرتے رہنا چاہیے: ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لاالٰہ الا اللہ

احرار اور مسلم لیگ کی آپس میں نہ بن پائی تو اس کی بھی بنیادی وجہ یہی ہے کہ مجلس احرار اسلام دین کی ترجمان جماعت ہے۔ جس کی ساری سیاست دین کے تابع ہے جبکہ مسلم لیگ بے دین سیاست دانوں کی ایک بھیڑ ہے جو خانہ بدوشوں کی طرح سیاست کی وادی میں ادھر ادھر ہمیشہ بھٹکتی رہتی ہے۔ جدھر سے، جہاں سے انہیں کچھ مل جائے یا پھر ملنے کی توقع ہو جائے اُدھر کو لڑھک جاتے ہیں۔ کئی جگہوں پر قیام کرتے ہیں لیکن ان کا ہر قیام عارضی نوعیت کا ہوتا ہے اور دیکھا جائے تو بے دین سیاست کے یہی برگ و بار ہیں۔ مسلم لیگیوں کی تمام تر سیاست جذبۂ محرکہ مفادات ہیں۔ جہاں سے مل جائیں، جس طرح مل جائیں۔ جبکہ مجلس احرار اسلام کی تمام تر سیاست کا جذبۂ محرکہ دین اسلام ہے۔ احرار نے جنگِ آزادی میں حصہ لیا تو وہ بھی اس لیے کہ اسلام میں غلامی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ احرار نے قادیانیوں کے محاسبے کا فریضہ بہ احسن ادا کیا تو اس کے پیچھے بھی دینی تعلیمات وتصریحات تھیں۔ احرار نے کشمیر میں سرفروشی وجانبازی کا مظاہرہ کیا تو وہ بھی دین کے تقاضوں کی تکمیل تھی۔ احرار نے کپورتھلہ کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے تحریک چلائی تو اس کے پیچھے بھی دینی جذبے کی ہی کارفرمائی تھی۔ اور اگر احرار پاکستان کے اندر حکومتِ الٰہیہ کے علم بردار ہیں تو وہ بھی اس لیے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک خدا کی دھرتی پر خدا کا نظام نافذ نہیں ہوگا' سکون، چین، امن، ترقی ممکن نہیں ہے اور اگر احرار سرمایہ پرستوں، امراء اور رؤسا کے خلاف صف آرا ہیں تو وہ بھی اس لیے کہ اسلام میں سرمایہ پرستوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام میں سرمایہ امانت ہے جس کا تصرف اسلام کے اصولوں کے مطابق اگر نہیں ہوتا تو پھر یہ سرمایہ معاشرے کے لیے زہر قاتل بن جاتا ہے۔

احرار اپنے یوم تاسیس سے لے کر آج تک اپنی اس بات پر بڑی شدت کے ساتھ قائم ہیں کہ ایسے نظام حکومت کی تردید میں اپنا زور صرف کر دیں گے جس میں نہ ہی تو غریب لوگوں کے مفادات کا تحفظ ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کا کوئی تصور ابھرتا ہے اور اگر دیکھا جائے تو احرار مسلم لیگ نزاع کا اصل سبب بھی احرار کا یہ سچا اور کھرا موقف ہے۔ جسے مسلم لیگ کا سرمایہ پرست مزاج قبول کرنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ سرمایہ پرستوں کے وارے نیارے اسی نظام جمہوریت کی وجہ سے

ہیں جبکہ احرار اس بات پر سختی سے قائم ہیں کہ اسلام میں ملکیت اور سرمایہ خدا کی امانت ہے۔ وسائل دولت پر نہ کسی فردِ واحد کو تصرف حاصل ہے نہ کسی جماعت یا ادارے کو بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو۔ اسلام نے سیاست اور معیشت کے میدان میں واضح طور پر بنیادی اصولوں کی نشاندہی کر دی ہے جس کے تحت سیاست میں حقیقی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے، مسلم لیگ کی نہیں۔ اسی طرح وسائل معیشت بھی اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ علامہ اقبالؒ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ ساز گار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوئے انقلاب

....

یہ خدا یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں میری نہیں

یہ ہے جمالی صاحب کی زبان سے ادا کردہ بیاں کے اس فلسفہ سیاست کا پس منظر کہ ''یا دین کی بات کرو یا سیاست کی۔'' سیاست سے اگر دین کو نکال دیا جائے تو سیاست دانوں کو سیاسی میدان میں ننگا ناچنے کی آزادی حاصل ہو جاتی ہے اور ننگے ناچ کا ہمارا سیاست دان عادی ہو چکا ہے۔ اس لیے ہمارا سیاست دان کہتا رہتا ہے کہ ''یا دین کی بات کرو یا سیاست کی''، لیکن ہمارا موقف اس کے برعکس ہے۔ جیسے اقبالؒ نے بہت عرصہ پہلے کہہ دیا تھا: ؎

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

احرار کا سب سے بڑا ''قصور'' تحریکِ پاکستان کی مخالفت نہیں بلکہ وہ معاشرے کے اندر غریب طبقہ کی بہتر زندگی کا مطالبہ کرتے ہیں جو سرمایہ داروں کو نہ قیام پاکستان سے پہلے قبول تھا، نہ آج قبول ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتیں بنیادی طور پر سرمایہ پرستوں کی جماعتیں تھیں۔ جن کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا گیا تھا جس کا ایک ایک ذرہ سرمایہ داری کا مرہون منت ہے۔ کانگریس کو پنپنے کے لیے آب و دانہ ''برلا اور ٹاٹا'' جیسے سیٹھوں سے

میسر آتا تھا اور کانگریس کے پورے نظام پر پنڈتوں اور پروہتوں کا مکمل قبضہ تھا۔ وہ کسی ایسے افراد کو آگے لانے کے لیے تیار نہ تھے، جس کے تعلق کی ڈور غریب خاندان سے بندھی ہو۔ اسی طرح مسلم لیگ میں بھی بنیادی طور پر اسی قماش کے لوگ آگے تھے۔ جن کا تعلق مجموعی طور پر سرمایہ داروں کی مکروہ جماعت سے تھا۔ جن کی قابلیت، اہلیت اور صلاحیت کا حدود اربعہ سرمایہ کی حدود میں محدود ہو کے رہ گیا تھا۔ غرض یہ کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی خوشحالی کے تصور سے بھی بدکتی تھیں اور یہی بات احرار کو وقت کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ اور کانگریس سے دور لے گئی۔ اگرچہ یہ دونوں جماعتیں احرار کے ایثار اور خلوص کی کمائی کھاتی ہیں۔ کانگریس تحریکِ آزادی کے محاذ پر احرار کی قوتِ کار کا کریڈٹ وصول کرتی رہی اور دینی محاذ پر جتنی تحریکیں احرار کے پلیٹ فارم سے ابھریں اس کا کریڈٹ مسلم لیگ وصول کرتی رہی۔ لیکن دونوں جماعتوں کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ احرار کا مزاج، احرار کا فکر، احرار کا نصب العین، احرار کا طریقہ کار اُن کے لیے انتہائی مہلک ہے۔ کانگریس نے تو ایک موقعہ پر اکابرِ احرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور شیخ حسام الدینؒ سے صاف طور پر کہہ بھی دیا تھا اور کہنے والے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر راج گوپال اچاریہ تھے کہ:

> ”مسلم لیگ سے ہماری لڑائی محض سیاسی حقوق کے تعین اور تقسیم کی ہے۔ اور اس کا بہر حال کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا لیکن احرار کی ہمنوائی ہمارے لیے خطرناک ہوگی۔ تم لوگ زندگی کے ہر پہلو میں ہم سے مختلف ہو۔ تمہارے لباس، تمہاری زبان، تمہارا نقطۂ نظر غرض یہ کہ ایک ایک چیز میں پاکستان موجود ہے۔ لہٰذا تم سے مصالحت کرنے کی بجائے مسلم لیگ سے مصالحت کرلیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ مفاہمت بعد میں ہوگئی۔ آج ہندوستان اور پاکستان کو علیحدہ علیحدہ ہوئے پچپن برسوں سے بھی اوپر ہو چکے ہیں لیکن غریب نہ ہی تو ہندوستان میں خوش ہیں اور نہ ہی پاکستان میں آسودہ حال۔ ان دونوں ملکوں کے اندر آج بھی وہی صورت حال ہے جو ان کے قیام سے پہلے تھی۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس سے بھی کہیں بدتر۔ کبھی کسی نے سوچا...... کہ ایسا کیوں ہے؟ محض اس لیے کہ دونوں ملکوں میں عنانِ حکومت مجموعی طور پر سرمایہ پرست لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ دونوں ملکوں کے اندر ”نظریہ انفرادیت“ کے تحت سارا نظمِ حکومت چلتا ہے اور جمہوریت اس نظریہ انفرادیت کے تحت قائم ہونے والے نظام کا سیاسی لازمہ ہے۔ جو کہنے کو تو عوام کی حکومت کہلاتی ہے لیکن دراصل سرمایہ داروں کے ہاتھ میں وہ تیغ کارزاری ہے جس کے ذریعے غریب اور مفلس انسانوں کی تمناؤں کا خون ہوتا ہے۔ یہ نظام حکومت انگریز کا عطا کردہ ایسا نظام حکومت ہے کہ جس میں غریب آدمی کی حالت نہ کبھی سدھری ہے اور نہ ہی اس کے سدھرنے کی کوئی

توقع ہے۔ یہ ایک خوبصورت اور دل آویز دھوکہ ہے جو برطانوی شاطر جاتے ہوئے ہمیں بطور ورثہ دے گئے ہیں۔ کہنے کو تو یہ عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کی خاطر ہے لیکن جمہوریت کے اس کھیل کو اگر بغور دیکھا جائے تو یہ سرمایہ داروں کی حکومت، سرمایہ داروں کے مفاد کے لیے قائم ہوتی ہے۔ احرار اس نظام حکومت کے اس لیے خلاف ہیں کہ اس نظام کے تحت نہ ہی تو غریب لوگوں کے مسائل کا حل ممکن ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کے قیام کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ خود پاکستان کے آئین میں خدا کی حاکمیت کا اعلان اس لیے بے اثر ہو کے رہ گیا ہے کہ آئین میں خدا کی حاکمیت عوامی نمائندوں کے ذریعے قائم کی جانے کی شرط موجود ہے۔ اب اگر عوامی نمائندوں کا اپنا کاروبارِ زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں تو وہ اپنے ملک پر خدا کی حاکمیت کیا قائم کریں گے۔ بقول امیر شریعتؒ:

> ''جو لوگ اپنی ڈھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلام نہیں نافذ کر سکتے۔ جن کا اٹھنا بیٹھنا، لین دین، وضع قطع، قول قرار غرض یہ کہ زندگی کے معاملات کا کوئی حصہ اسلام کے مطابق نہیں۔ وہ ایک ملک پر اسلام کی حکومت کیا قائم کریں گے۔ یہ ایک فریب ہے اور ہم یہ فریب کھانے کے لیے تیار نہیں۔''

لہٰذا احرار سے استفسار کرنے والے ذرا اس تفصیل کو پڑھ کر مسلم لیگ سے بھی تو پوچھیں کہ انہوں نے ایسی حکمت عملی کیوں اختیار کر رکھی ہے کہ ایک غریب اور متوسط طبقے کا آدمی اور دین کا نام لینے والا شخص مسلم لیگ میں کوئی مقام و منصب حاصل نہیں کر سکتا۔ جبکہ بے دین اور سرمایہ پرست انسان کے لیے مسلم لیگ کے اندر پذیرائی کے دروازے خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں۔ احرار اور مسلم لیگ کا یہ فکری ٹکراؤ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ اور جب تک مسلم لیگ اپنے رویے اور اپنی اس حکمت عملی میں تبدیلی نہیں کرتی' احرار کا یہ فکری ٹکراؤ برقرار رہے گا:

وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر ہو کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل
گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون:0641-462483